بائیسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

اکیسویں پارہ کی آخری چند آیات میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب تھا، چونکہ اس خطاب کا کچھ حصہ بائیسویں پارہ کے شروع میں بھی آیا ہے اس لئے کل کے ''خلاصۃ القرآن'' میں اسے چھیڑا نہیں گیا تھا، خیال یہ تھا کہ اسے اکٹھا ہی ذکر کیا جائے، ان آیات کا پس منظر احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب فتوحات کا دور شروع ہوا تو ازواج مطہرات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے وظیفہ اور نفقہ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں انہیں دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا تو وہ خوشحالی کی زندگی گزارنے کے لئے جدائی اختیار کر لیں اور یا پھر تنگی ترشی کے ساتھ گزر بسر کریں اور اپنی نظر آخرت کی خوش عیشی پر رکھیں، جب آپ نے انہیں اختیار دیا تو ان سب نے آخرت ہی کو ترجیح دی۔ اس موقع پر ازواج مطہرات کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں سات احکام دیئے گئے، **پہلا** یہ کہ مردوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے لوچ دار لہجہ اختیار نہ کریں، **دوسرا** یہ کہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلو کیونکہ مسلمان عورت کا اصل اور محفوظ ٹھکانہ گھر ہے، **تیسرا** یہ کہ زمانہ جاہلیت کی خواتین کی طرح اپنی زینت اور ستر کا اظہار کرتے ہوئے باہر نہ نکلیں، **چوتھا** یہ کہ نماز کی پابندی کریں، **پانچواں** یہ کہ زکوٰۃ دیا کریں۔ **چھٹا** یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، **ساتواں** یہ کہ قرآنی آیات کی تلاوت اور احادیث کا مذاکرہ کیا کریں، اس کے علاوہ جو اہم مضامین سورۂ احزاب کے اس حصہ میں بیان ہوئے ہیں جو بائیسویں پارہ میں آیا ہے، درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان کی شخصیت کو معاشرہ میں نمایاں اور امتیازی حیثیت دینے اور اس کا تشخص اور پہچان پیدا کرنے والی دس صفات ہیں، یہ صفات مرد میں ہوں یا عورت میں، اسے مغفرت اور اجر عظیم کا مستحق بنا دیتی ہیں یعنی اسلام، ایمان، قنوت (دائمی طاعت)، صدق، صبر، خشوع،

صدقہ، روزے، شرمگاہ کی حفاظت اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا۔(۳۵)

(۲) سورۂ احزاب اس مشہور واقعہ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین نے سخت تنقید اور طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا تھا۔ ہوا یوں کہ جب آپ کے متبنّیٰ حضرت زید بن حارثہ اور آپ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہما کے درمیان نباہ نہ ہوسکا اور ان کے درمیان جدائی واقع ہوگئی تو اللہ کے حکم سے خود آپ نے حضرت زینب سے نکاح کرلیا۔ اس پر بڑا شور اٹھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی جبکہ جاہلی تصور میں یہ نکاح حرام تھا، اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح خود ہم نے کروایا تاکہ آیندہ متبنّیٰ کی مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح کرنے میں مسلمانوں کے لئے کوئی حرج باقی نہ رہے۔(۳۷)

یہاں ضمنی طور پر یہ بات بھی جان لی جائے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے مخالفین نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرتِ ازدواج میں معاذ اللہ شہوت پرستی کے عنصر کو بنیادی وجہ قرار دینے کی ناکام اور ناپاک کوشش کی ہے۔ یہاں اگر دو بنیادی نکتوں کو ملحوظ رکھا جائے تو اعتراضات کی لغویت ظاہر ہوجاتی ہے۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی بھرپور جوانی ایک ایسی خاتون کے ساتھ گزاردی جو عمر میں آپ سے تقریباً دوگنی تھی، جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے کسی دوسری خاتون کو اپنے عقد میں قبول نہیں کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جتنی خواتین سے بھی آپ نے شادیاں کی ہیں وہ بڑھاپے کی حدود میں قدم رکھنے یعنی پچاس سال کی عمر کے بعد کی ہیں۔

دوسرا نکتہ یہ کہ سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آپ کی کوئی بیوی بھی کنواری نہیں تھی۔ اگر معاذ اللہ کثرتِ ازدواج سے آپ کا مقصد شہوت پرستی ہوتا تو آپ یہ شادیاں جوانی میں باکرہ لڑکیوں سے کرتے، حقیقت یہ ہے کہ تعددِ ازدواج میں تعلیمی، تشریعی، اجتماعی اور سیاسی حکمتیں پوشیدہ تھیں مگر یہ ''خلاصہ'' ہمیں ان کی تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتِ عظمیٰ عطا فرمائی

ہے اللہ نے اس کی یاد دہانی بھی کرائی ہے اور آپ کے پانچ امتیازی اوصاف ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) آپ اپنی امت اور دوسری امتوں پر بھی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ کیونکہ پوری دنیا کے انسان آپ کی امت میں شامل ہیں، جنھوں نے ایمان قبول کرلیا وہ ''اُمتِ اجابت'' میں شامل ہیں اور جنہوں نے ایمان قبول نہ کیا وہ ''اُمتِ دعوت'' میں داخل ہیں۔

(۲) اہلِ ایمان کو آپ سعادت اور جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔

(۳) کفار اور فجار کو اللہ کے عذاب اور ہلاکت سے ڈرانا آپ کی ذمہ داری ہے۔

(۴) آپ نیکی، اصلاح، اخلاقِ حسنہ اور استقامت کی دعوت دینے والے ہیں۔ آپ کی دعوت نہ دنیا کی دعوت تھی نہ اقتدار کی، نہ مالِ غنیمت جمع کرنے کی، نہ ہی قومیت اور عصبیت کی بلکہ آپ کی دعوت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھی جس کا مقصد صلاح اور اصلاح کے سوا کچھ بھی نہ تھا اور اس میں کیا شک ہے کہ انبیاء کے اعمال میں سب سے افضل عمل دعوت ہی ہے، خود رب تعالیٰ فرماتے ہیں'' اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (فصلت)

(۵) آپ سراجِ منیر ہیں، آپ کے پرنور وجود سے ظلمتیں دور ہوئیں اور شبہات کا ازالہ ہوا۔ (۴۵-۴۷) اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو چمکتے ہوئے سورج کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ شرک وضلال کی گمراہیوں کو دور کیا اور گمراہوں کو ہدایت دی، بالکل ایسے ہی جیسے جب سورج روشن ہوجاتا ہے تو رات کی تاریکی کافور ہوجاتی ہے اور منزل تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔

(۴) سورۂ احزاب وہ آداب بھی بیان کرتی ہے جن آداب سے زمانۂ جاہلیت میں لوگ ناآشنا تھے، یہاں ان میں سے تین آداب مذکور ہیں۔ پہلا یہ کہ کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوا کرو، دوسرا یہ کہ اگر کھانے کی دعوت میں تمہیں بلایا گیا ہو تو کھانے سے فارغ ہوکر اٹھ جایا کرو، باتوں میں مشغول ہوکر صاحب خانہ کا وقت مت ضائع کیا کرو۔ تیسرا یہ کہ غیر محرم

خواتین سے کوئی چیز مانگنے کی ضرورت پیش آئے تو پس پردہ مانگا کرو، بلاحجاب ان کے سامنے نہ آیا کرو، البتہ اپنے محارم کے سامنے عورت کو بے پردہ آنے کی بھی اجازت ہے۔(۵۳-۵۵)

(۵) ازواج مطہرات کی حرمت بیان کرنے کے بعد اللہ عزوجل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتکریم بیان فرمائی ہے اور اہلِ ایمان کو آپ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے، آپ پر درود وسلام حقیقت میں خود ہمارے لئے عزت وتکریم، ذریعۂ رفعِ درجات اور کفارۂ سیئات ہے۔(۵۶) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار تھے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آج ہم چہرہ انور پر خوشی کے (غیر معمولی) آثار دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: آج میرے پاس فرشتہ آیا تھا اس نے کہا اے محمد! کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہیں کہ اللہ عزوجل کہتا ہے ،آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو کوئی ایک بار سلام بھیجے گا میں اس پر دس بار سلامتی نازل کروں گا، میں نے فرشتے کو جواب دیا کہ ہاں میں خوش ہوں‘‘(مسند احمد،نسائی)

(۶) پہلے امہات المؤمنین پر حجاب کی فرضیت کا حکم نازل ہوا، پھر عمومی طور پر ہر مسلمان خاتون کا پردہ کا حکم دیا گیا خواہ وہ بیوی ہو یا بیٹی، بہن ہو یا ماں، حجاب عورت کی عزت وعصمت کا محافظ اور باعثِ تکریم وتشریف ہے، حجابِ شرعی میں چند شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) حجاب ایسا ہو کہ پورے بدن کو چھپالے۔

(۲) وہ حجاب فی نفسہٖ پر کشش اور نگاہوں کو متوجہ کرنے والا نہ ہو۔

(۳) حجاب ایسا باریک نہ ہو جس سے جسم کی رنگت جھلکے اور نظر آئے۔

(۴) کشادہ ہو، ایسا تنگ نہ ہو جو فتنہ کا باعث بننے والے اعضاء کو ظاہر کرے۔

(۵) ایسا معطر نہ ہو جس کی خوشبو دوسروں تک پہنچے۔

(۶) بناوٹ میں مردوں کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔

(۷) ایسا لباس نہ ہو جو کافر اور مشرک عورتوں کی پہچان بن چکا ہے۔

(۸) شہرت کا لباس نہ ہو کہ جسے محض شہرت کے لئے پہنا جائے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔

(۷) سورت کے اختتام پر فرائض وواجبات اور شرعی احکام کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ یہ احکام اس امانت کا حصہ ہیں جو اللہ نے بندوں کو سونپی ہے۔آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ان کے اندر یہ بوجھ اٹھانے کی صلاحیت ہی نہ تھی لیکن چونکہ انسان کو اللہ نے عقل وفکر اور خیر وشر کے درمیان تمییز کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے تو اس نے اس بوجھ کو اٹھا تو لیا مگر اس کا حق ادا نہ کر سکا۔

سورۂ سبا

سورۂ سبا مکی ہے، اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں، اس سورت کی ابتداء اللہ عزوجل کی حمد وثنا سے ہوتی ہے جس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، کائنات کے لئے مستحکم نظام قائم کیا، نظامِ عالم کی تدبیر کی، اسے ہر چیز کی خبر ہے اور اس کا کوئی عمل بھی حکمت سے خالی نہیں۔اس کے بعد مشرکین کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ حساب وجزاء اور مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہیں، اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے رب کی قسم کھا کر کہیں کہ قیامت آ کر رہے گی، نیکوکاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا ضرور ملے گی، (۲) اس کے علاوہ جو اہم مضامین سورۂ سبا میں مذکور ہیں وہ درجِ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام اور اہلِ سبا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرما کر گویا شاکر اور کافر کا تقابل اور موازنہ کیا ہے۔اوّل الذکر دونوں اللہ کے نبی اور ذاکر وشاکر بندے تھے۔وہ جب اللہ کی تسبیح کرتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم نوا بن جاتے تھے، وہ جب زبور پڑھتے تو جو جانور ان کی قرأت سنتا تھا اس پر گریہ طاری ہو جاتا تھا، اللہ نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا، وہ اسے جس طرف چاہتے موڑ لیتے اور جو کچھ چاہتے اس سے بنا لیتے

۔انہوں نے ''کارخانہ'' بنا رکھا تھا جس میں لوہے کی مضبوط زرہیں بنتی تھیں۔ اسے دنیا کی پہلی ''اسٹیل مل'' بھی قرار دیا جا سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر خصوصی انعامات کئے تھے یونہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی خوب نوازا تھا، انہیں اللہ نے پرندوں کی بولی سکھائی تھی، ان کے لئے تانبا بہتے ہوئے چشمے کی شکل اختیار کر جاتا، اس سے جو چاہتے بسہولت بنا لیتے۔ جنات ان کے تابع تھے، ان سے آپ تعمیرات اور حمل ونقل کے مشکل ترین کام لیتے تھے۔ ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا، آج کل جیسے ہوائی جہاز ہوتے ہیں یونہی آپ کا ہوائی تخت تھا جو دو ماہ کی مسافت دن کے تھوڑے سے حصے میں طے کر لیتا تھا...... اللہ تعالیٰ کی ان محیر العقول نعمتوں کے باوجود دونوں باپ بیٹا فخر وغرور کا شکار نہ ہوئے اور ذکر وشکر سے ایک لحظہ کے لئے بھی غافل نہ ہوئے۔ جب کہ عمومی صورت انسان کی یہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے شکر کرنے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

دوسرا قصہ جو یہاں بیان ہوا ہے وہ اہلِ سبا کا ہے، پہلا قصہ اگر اہلِ شکر وایمان کے لئے روشن مینار تھا تو دوسرا قصہ اہلِ کفر وطغیان کی تاریک جھلک ہے، اہلِ سبا کو رزق کی فراوانی، صحت افزا آب وہوا، زرخیز زمین اور پھلدار باغات جیسی نعمتیں عطا کی گئی تھیں۔ طویل مسافت تک دو رویہ باغات چلے جاتے تھے، نہ گرمی اور دھوپ ستاتی اور نہ ہی بھوک پریشان کرتی، پانی ذخیرہ کرنے کے لئے ایک ڈیم بھی تھا جسے ''سدّ مآرب'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا بلکہ ناشکری پر اتر آئے، پھر وہی ہوا جو ہر ناشکری قوم کے ساتھ ہوتا ہے، بند ٹوٹ کر عذاب کی صورت اختیار کر گیا اور اس کے پانی نے تباہی مچا دی، باغات اور بستیاں خس وخاشاک بن کر بہہ گئیں جہاں پھل اور پھول تھے وہاں جھاڑ جھنکاڑ کے سوا کچھ بھی نہ بچا اور اہلِ سبا کا ذکر صرف داستانوں میں رہ گیا۔ (۱۵-۲۱)

(۲) اس سورت میں مسلسل مشرکین کے عقائد ونظریات کی عقلی اور نقلی دلائل سے تردید اور توہین ہے، کبھی ان سے کہا گیا کہ بلاؤ ان کو جنہیں تم اللہ کے سوا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے

ہو، دیکھتے ہیں کہ وہ تمہیں کیا فائدہ پہنچاتے ہیں، کبھی تلقین کے اسلوب میں ان سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا کہ بتاؤ تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کبھی یہ سوال کیا گیا کہ جنہیں تم اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک سمجھتے ہو ذرا انہیں سامنے تو لاؤ تا کہ میں دیکھوں کہ ان کے اندر کون سی ایسی صفت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ عبادت کے مستحق بن گئے ہیں (۲۲-۲۷) آگے چل کر سورۂ سبا میں کفار اور مشرکین کی سرکشی اور کفر کی بنیادی وجہ، ثروت وغنا کو بتایا ہے۔ انہیں اس پر اتنا ناز تھا کہ ان کا خیال تھا ہمارے جیسے اصحابِ مال واولاد کو نہ دنیا میں عذاب ہوسکتا ہے نہ آخرت میں عذاب ہوگا۔ قرآن کے الفاظ میں ''وہ کہتے تھے ہم اموال اور اولاد کے اعتبار سے تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا'' وہ آخرت کے معاملے کو بھی دنیا پر قیاس کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی وسعت اور خوشحالی عطا فرمائی ہے یہی معاملہ ان کے ساتھ آخرت میں بھی کیا جائے گا، انہیں جواب دیا گیا کہ'' فرما دیجئے! کہ میرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا اور تنگ بھی کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' (سبا-۳۶) ثروت وغنا پر فخر وغرور ہی انہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استہزاء اور تحقیر پر آمادہ کرتا تھا اور وہ آپ کو مجنون اور دیوانہ کہنے سے باز نہیں تھے اس لئے اللہ نے فرمایا: آپ ان سے فرما دیجئے! میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں تم اللہ کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے مستعد ہو جاؤ پھر غور وفکر کرو (تم یقیناً اس نتیجے پر پہنچو گے کہ تمہارے ساتھی یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی جنون نہیں، وہ تو تم کو سخت عذاب کے آنے سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔'' (۴۷) آخری آیت میں بتایا گیا کہ وہ آخرت میں ایمان قبول کرنا چاہیں گے لیکن ان کی چاہت اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ ایمان سے محروم ہی رہیں گے۔ (۵۴)

﴿سورۂ فاطر﴾

سورۂ فاطر مکی ہے، اس میں ۴۵ آیات اور ۵ رکوع ہیں، اس سورہ میں توحیدِ باری کی دعوت، اس کے وجود پر دلائل، شرک کی بنیادوں کا انہدام اور دینِ حق پر قائم رہنے کی تاکید ہے۔ سورت کی ابتداء میں اس خالق اور مبدع ہستی کا ذکرِ خیر ہے جس نے عالمِ کون ومکان کو، انسانوں، فرشتوں اور جنات کو پیدا کیا، انسانی نظروں کو ان تکوینی آیات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو اس کتابِ جہان کے ہر ورق پر پھیلی ہوئی ہیں، مرنے کے بعد کی زندگی پر ایسے حسّی اور بدیہی دلائل ذکر کئے ہیں جو ہر شہری اور دیہاتی کی سمجھ میں آسکتے ہیں، بتایا گیا کہ وہ اللہ بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، شب وروز کو یکے بعد دیگرے لاتا ہے اور جو انسان کو تخلیق کے مختلف مراحل سے گزارتا ہے وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ کرسکتا ہے۔(۹) یونہی یہ سورت ایمان اور ہدایت، کفر اور ضلالت کے درمیان بھی حسّی مثالوں کے ذریعے فرق کرتی ہے، یہ سورت بتاتی ہے کہ جیسے بینا اور نابینا، زندہ اور مردہ، ظلمت اور نور، دھوپ اور چھاؤں مساوی نہیں ہوسکتے یونہی مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہوسکتے۔(۱۹-۲۲)

اس کے بعد دوبارہ وحدانیت اور قدرت کے دلائل سے یہ سورت بحث کرتی ہے، رنگا رنگ اور متنوع پھولوں، سفید، سرخ اور سیاہ پہاڑوں، مختلف رنگتوں، زبانوں اور مزاجوں والے انسانوں اور ہزاروں قسم کے پرندوں، مچھلیوں، حشرات اور چوپاؤں میں اس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں لیکن ان نشانیوں کو دیکھ کر صرف انہی کے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے جو علم رکھتے ہیں، جو گہرائی میں جا کر سوچ سکتے ہیں اور جو حقائق پر پڑے ہوئے پردے اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جس کے دل میں جتنی معرفت ہوگی،، اتنی ہی خشیت اور عظمت ہوگی، اسی لئے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سارے انسانوں سے زیادہ خشیت تھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ”اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ دل میں اللہ کی خشیت اور خوف رکھنے والا ہوں۔“

اہل علم کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ''علماء'' سے مراد صرف دین اور شریعت کے علماء نہیں ہیں بلکہ کائناتی علم رکھنے والے علماء بھی شامل ہیں یعنی طب، فلکیات، نباتات، فضا اور ارضیات کا علم رکھنے والے بھی اس میں آجاتے ہیں کیونکہ وہ بھی جب صحیح نہج پر کائنات کے اسرار پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ نظر انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کے اعتراف پر مجبور کردیتی ہے اور یہی اعتراف آخر میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور عظمت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

پھر سورت کا رخ کتابِ منظور (دکھائی دینے والی کتابِ کائنات) سے کتابِ مسطور (لکھی ہوئی کتاب یعنی قرآن) کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ (۲۹-۳۰) ان کی تعریف کے بعد عمومی طور پر امت محمدیہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے جس پر اللہ نے یہ کتاب مجید نازل فرمائی لیکن نزولِ قرآن کے بعد یہ امت تین گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔ (۱) ظالم، یہ وہ گناہگار مسلمان ہیں جن کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہیں۔ (۲) مقتصد، یعنی میانہ رو جن کی حسنات اور سیآت مساوی ہیں۔ (۳) سابق، یعنی وہ سچے مومن جو طاعت وعبادت میں دوسروں سے سبقت لے گئے...... لیکن ان تینوں کا آخری اور دائمی ٹھکانہ بہرحال جنت ہی ہے۔ کوئی براہِ راست جنت میں جائے گا اور کوئی اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنے کے بعد جائے گا۔ سورت کے اختتام پر اللہ کے حلم اور بردباری کا ذکر ہے کہ وہ گناہوں پر نقد اور فوری سزا نہیں دیتا۔ اگر ایسا ہوتا تو زمین پر انسان تو انسان کوئی حیوان اور چرند پرند بھی زندہ نہ رہ سکتا، اس نے جزاوسزا کے لئے ایک وقت معین کر رکھا ہے وہ وقت جب آجائے گا تو پھر کامل عدل کا نظام حرکت میں آجائے گا۔

سورۂ یٰسین

سورہ یٰسین مکی ہے، اس میں ۸۳ آیات اور پانچ رکوع ہیں، ہمارے مسلمان بھائی اس سورت کو جان کنی کی آسانی کے لئے تو پڑھتے ہیں لیکن اس پر عمل کرنے والے کم ہیں جبکہ اصل فضیلت وثواب اور اللہ کا قرب اس کے مشمولات پر عمل کرنے ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اس سورت کی

ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی سچائی پر قرآن کی قسم کھائی ہے،(۲-۴) پھر ان کفار قریش کا تذکرہ ہے جو کفر وضلال میں بہت آگے نکل گئے تھے جس کی وجہ سے وہ اللہ کے عذاب کے مستحق ہوگئے، اس کے بعد اس بستی والوں کا ذکر ہے جنہوں نے یکے بعد دیگرے اللہ کے تین انبیاء کو جھٹلایا، اور جب انہیں میں سے ایک حق پرست اور ناصح انہیں سمجھانے لگا تو انہوں نے اسے شہید کر دیا،(۱۳-۲۱) اس ناصح کی گفتگو کا کچھ حصہ پارہ ۲۳ کی ابتداء میں ہے جس کا خلاصہ ان شاء اللہ وہیں پیش کیا جائے گا۔

☆......☆......☆

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]